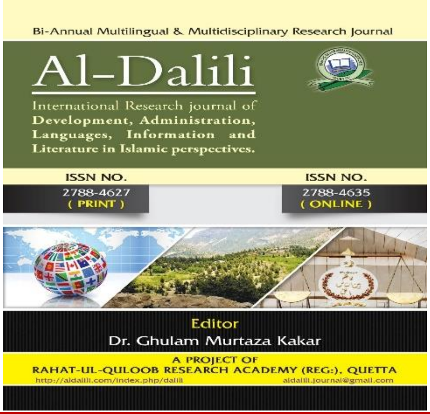

OPEN ACCESS

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0
International License

CC BY

AL DALILI
Bi-Annual, Multilingual (Arabic, Balochi, Brahui, English, Pashto, Persian, Urdu)
ISSN: **2788-4627 (Print), ISSN: 2788-4635 (online)**
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.aldalili.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » IRI (AIOU), Tahqeeqat, Euro pub, MIAR.

TOPIC

فلسطین پر مسلط صیہونی مظالم نشر کرنے میں صحافت کا کردار

The Role of Journalism in Streaming Zionist Atrocities on Palestine

AUTHOR

1. Abeera bibi, Research Scholar, Sardar Bahadur Khan Women University, Quetta, Pakistan. Email: ismailabeera.1@gmail.com
2. Aqdas Fatima, Research Scholar, Sardar Bahadur Khan Women University, Quetta, Pakistan. Email: aqdasfatima888@gmail.com
3. Dr. Maria Khalil, Lecturer in Islamic Studies, Sardar Bahadur Khan Women University, Quetta, Pakistan. mariakhalil59@gmail.com

How to Cite: Abeera Bibi, Aqdas Fatima, & Dr. Maria Khalil. (2025). URDU: فلسطین پر مسلط صیہونی مظالم نشر کرنے میں صحافت کا کردار: The Role of Journalism in Streaming Zionist Atrocities on Palestine. *Al-Dalili*, *6*(2), 09–25. Retrieved from https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/150

URL: https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/150
Vol. 6, No.2 || Jan–Jun 2025 || URDU-Page. 09-25
Published online: 27-06-2025

فلسطین پر مسلط صیہونی مظالم نشر کرنے میں صحافت کا کردار

The Role of Journalism in Streaming Zionist Atrocities on Palestine

[1]عبیرہ بی بی [2]اقدس فاطمہ [3]ماریہ خلیل

ABSTRACT

The Palestine issue has been a major religious, political, ethnic and geographical conflict of the past eight decades among Muslims and Zionists. In the absence of fair international intervention, journalism has been playing a vital role in highlighting Palestinian suffering and shaping global public opinion. Journalism has consistently drawn attention to the Palestinian struggle through frontline reporting, images, and interviews, often at the cost of journalists' lives. Social media has amplified this struggle from ordinary users to great influencers, employing hashtags, campaigns, and direct footage to expose ground realities, mobilize protests, and strengthen boycott movements. While mainstream Western media often reflects pro-Israel narratives, outlets like Al Jazeera and TRT World, along with human rights organizations, have provided counter-narratives in support of Palestinians. Overall, journalism and digital media have transformed the Palestinian cause into a global discourse, empowering marginalized voices, pressuring international communities, and keeping the struggle for justice alive despite severe challenges. Journalists on mainstream media and common people on social media face their own kind of challenges about supporting the Palestine cause. Despite all the difficulties the voice of humanity keeps raised up and prominent as the journalism keeps intensifying the issue on world level.

Key Words: Palestine, Media, Journalist, Journalism Social media, Meta, Zionist, Reporting, News.

تعارف:

فلسطین گزشتہ کئی دہائیوں سے اسرائیل کی حشر سامانیوں اور چیرہ دستیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اسرائیل کی جانب سے ڈھائے جانے والے مظالم، معصوم شہریوں کی شہادتوں اور جبری نقل مکانی نے نہتے فلسطینیوں کو مستقل طور پر کرب و اذیت میں مبتلا رکھا ہے۔ موجودہ صورتِ حال میں جب عالمی طاقتیں اور بین الاقوامی ادارے غیر جانبداری کے نام پر حقیقت کو دھندلا دیتے ہیں تو اس کے برعکس صحافی اور سوشل میڈیا صارفین فلسطین کی المناک صورتِ حال بلاخوف وخطر دنیا کے ہر خطے تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔

صحافت کو جمہوریت کا چوتھا ستون تصور کیا جاتا ہے کیونکہ صحافت عومی رائے عامہ کی تشکیل میں معاون ثابت ہوتی ہے[1]۔ لیکن ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے مغرب نے مسلمانوں کو ایسی غلامانہ ذہنیت کا مالک بنادیا ہے کہ خود ان کی اپنی نظر میں ان کی تہذہب قومی روایات اور نظریہ زندگی بے وقعت ہو کر رہ گئے ہیں۔ انہوں نے ذرائع ابلاغ جیسے خطرناک مؤثر ہتھیار سے وہ کام لیا جو بڑی سے بڑی فوجی قوت کے استعمال سے بھی ممکن نہیں تھا۔ ہر ایک ایسی نفسیاتی جنگ ہے جو بغیر ہتھیاروں کے کامیابی سے لڑی جا رہی ہے[2]۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں صدق اور عدل ابلاغ کے نمایاں ترین اصول ہیں۔ قرآن پاک میں سچائی کی راستی اختیار کرنے والوں کو متقین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰي۔[3] (اور جب کوئی بات کہو تو انصاف کرو۔ اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔)

تاریخ میں جب جب فلسطینی عوام کے حقوق سلب کئے جاتے رہے ہیں اور انہیں بین الاقوامی برادری کی طرف سے مناسب توجہ نہ ملی تو صحافت نے اس مسئلے کو نمایاں کیا اور فلسطین کی جانب دنیا کی توجہ مبذول کروائی۔ مختلف ممالک کے اخبارات اور صحافیوں نے فلسطین کی موجودہ صورتحال پر روشنی ڈالی اور نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو بھی اس مسئلے سے متعلق آگاہ کیا۔ مسئلہ فلسطین میں صحافیوں نے میدانِ جنگ سے براہِ راست رپورٹنگ، انٹرویوز اور تصاویر کے ذریعے اسرائیلی جارحیت کو بے نقاب کیا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ صحافت نے فلسطینی عوام کی جدوجہد کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور ان کی مزاحمت کو آواز بخشی۔ اس دوران صحافیوں نے اپنی جانیں تک قربان کیں اور ارضِ مقدس پر جاری ظلم کے خلاف ڈٹے رہے۔

صحافت نے بین الاقوامی برادری پر دباؤڈالتے ہوئے انسانی ہمدردی کو ابھارنے اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو متحرک کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ سال 2024ء میں منعقد ہونے والے صحافتی اعزازات کی کثیر تعداد فلسطینی صحافیوں کے نام ہوئی اور یہ اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ صحافت روز اوّل سے لے کر آج تک مسئلہ فلسطین کی تفہیم و تشہیر کے لئے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر فلسطین کے اندر رہتے ہوئے اس مسئلہ پر آواز بلند کر رہی ہے۔[4]

ان صحافیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے سوشل میڈیا پر ہر شخص اپنے تیئں ایک صحافی بنا ہوا ہے اور حقائق کی تشہیر میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ فیس بک، انسٹاگرام، یوٹیوب اور ٹوئٹر پر عام صارفین اپنی آواز بلند کر کے دنیا بھر کی عوام کو حقیقت سے آگاہ کر رہے ہیں۔ ہیش ٹیگز اور سوشل میڈیا ٹرینڈز عالمی سطح پر عوامی رائے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ خصوصاً وہ ویڈیوز اور تصاویر جو فلسطینی صارفین کی جانب سے براہِ راست اپلوڈ کی جاتی ہیں زمینی حقائق کی نشاندہی کرتی ہیں۔ نوجوان نسل کی کاوشوں کی بدولت سوشل میڈیا کے ذریعے بائیکاٹ، احتجاج اور آگہی کی تحریکوں کو تقویت ملی۔ اس سب کے ساتھ ساتھ حقائق کی تشہیر میں کئی ایک مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن ہر مسئلے سے بالاتر وہ جذبہ رہا جو حق کو حق کی طرح آج بھی دکھا رہا ہے اور جہاد بالقلم و جہاد باللسان کی اعلیٰ مثال ہے۔

سابقہ ادبیات:

ارضِ فلسطین اعلان بالفور[5] سے لے کر آج تک ایک میدانِ جنگ کی حیثیت سے اپنی بقاء قائم رکھے ہوئے ہے۔ جنگِ عظیم دوئم کے بعد جب یہودیوں کی جوق در جوق فلسطین آمد شروع ہوئی تو عوام نے اس مظلوم قوم کو پناہ دی۔ یہود نے سستے داموں فلسطین میں زمینیں خریدنا اور متعدد اراضی پر قبضہ جمانا شروع کیا جیسا کہ ہمیشہ سے یہود کی تاریخ کا حصہ رہا ہے۔ ایسے میں فلسطین سے تعلق رکھنے والے نجیب الخوری النصر نامی فارمسسٹ نے اپنے تحت عوام میں یہود اور صیہونیت کے خلاف شعور پیدا کرنے لئے ایک اخبار لکھا جس کا نام الکارمل تھا۔ وہ جب تک زندہ رہے عوام میں آگہی پیدا کرتے رہے اور آج انہی کی بدولت ہم فلسطین کی حالیہ صورتِ حال سے واقف ہیں۔[6]

الکارمل کے ساتھ ساتھ کئی اور عربی اور انگریزی اخبارات چھاپے گئے جن میں القدس، فلسطین، الایام، دی پیلسٹائن بلٹن(The Palestine Bulletin)اور دی پیلسٹائن پوسٹ(The Palestine Post)شامل ہیں۔ دنیا بھر کی طرح فلسطین میں بھی آہستہ آہستہ اخبارات کا رجحان کم ہوتا گیا اور ان کی جگہ جدید مواصلاتی ذرائع نے لے لی۔ سن 2000ء سے لے کر نیوز ایجنسیاں اور دیگر جدید ذرائع ابلاغ متحرک ہیں۔ اگر فلسطین کے جنگی حالات کی عکاسی کے حوالے سے ان ذرائع کا کردار دیکھا جائے تو صحافت اور اس سے وابستہ افراد ہمیشہ سے ہی فلسطین کے حالات کی عکاسی کرتے آئے ہیں۔[7]

2009ء میں مرکزی میڈیا کا کردار فلسطین کے جنگی حالات سے متعلق بدلنا شروع ہوا جب الجزیرہ اور دیگر نیوز ایجنسیوں کے باقاعدہ مرکزی دفاتر قائم کئے گئے اور فلسطین کے اندر سے براہِ راست رپورٹنگ کا آغاز ہوا۔ مغربی میڈیا گو کہ اس دور میں بھی فلسطینی عوام اور سیاست سے ناآشنا نہیں تھے مگر پھر بھی ان کے مؤقف سے یہود پرستی کی بو آتی تھی اور اب بھی آتی ہے۔ سن 2021ء میں ہونے والی جنگ تک فقط مرکزی میڈیا پر ہی حقائق کی تشہیر کا بوجھ رہا جبکہ اس جنگ کے بعد سے لے کر سوشل میڈیا صارفین مرکزی میڈیا کے شانہ بشانہ حقائق کی تشہیر کے لئے کام کرنے لگے۔ جس کا واضح ثبوت ہیش ٹیگز اور فلسطین سے اظہارِ یکجہتی کے لئے پوسٹ کی جانے والی تصاویر ہیں۔[8]

سن 2023ء میں حماس کی جانب سے اسرائیل پر واضح انداز میں حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں اسرائیل گزشتہ ایک سال سے فلسطینی عوام کی نسل کشی اور ان کے مطابق اسرائیل[9] کی پاکیزگی(Ethnic Cleansing)کے لئے کوشاں ہے جس کے لئے ایک لاکھ سے زائد فلسطینی شہریوں کو جارحانہ طریقے سے موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ اس حالیہ جاری جنگ میں طبی ماہرین، فلاحی کارکنان اور صحافی ہی سب سے زیادہ سرگرم نظر آتے ہیں۔ سوشل میڈیا صارفین نے بھی اس جنگ میں اہم ترین کردار ادا کیا ہے۔ نہ صرف فلسطینی بلکہ فلسطین سے یکجہتی رکھنے والے ہر ایک انسان کی جانب سے فلسطین کے حق میں آواز اٹھائی جا رہی ہے۔ اس آواز کی

بدولت فلسطین میں امدادی سرگرمیوں کا رجحان بڑھا اور آج دنیا بھر کے لوگ فلسطین کی اصل صورتِ حال سے واقف ہیں۔[10]

سوالاتِ تحقیق

1۔ مسئلہ فلسطین کی تفہیم اور رائے عامہ کی تشکیل میں صحافت کیا کردار ادا کرتی ہے؟

2۔ سوشل میڈیا نے مسئلہ فلسطین کے حوالے سے عوامی شعور اجاگر کرنے میں کس حد تک مدد فراہم کی ہے؟

3۔ عالمی خبر رساں ادارے مسئلہ فلسطین کو کس بیانیے کے تحت پیش کرتے ہیں اور اس کے رائے عامہ پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

4۔ مسئلہ فلسطین سے متعلق حقائق کی تشہیر میں صحافیوں اور سوشل میڈیا صارفین کو کس قسم کے مسائل درپیش ہیں؟

عوامی شعور کی بیداری کے لئے کئے جانے والے اقدامات

مسئلہ فلسطین مغربی میڈیا کے نزدیک ہمیشہ سے ایک خالص سیاسی مسئلہ رہا ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ فلسطین پر صیہونی جارحیت کی اصل تصویر نشر کرتے ہیں جس کی وجہ سے غیر مسلموں میں بھی اس مسئلے سے متعلق شعور اجاگر ہوا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں خصوصاً ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس واچ بھی فلسطینی عوام کے حقوق کے لئے آواز بلند کرتی ہیں۔ تعلیمی ادارے اپنے تحت طالب علموں کو اس مسئلے سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اکثر طالب علم اس مسئلے پر زیادہ متحرک نظر آتے ہیں۔ نوجوان نسل سوشل میڈیا کی بدولت اس مسئلے کی اصل نوعیت سے آگاہ ہے۔ ہیش ٹیگ اور آن لائن مہمات نے فلسطین کے لئے ہمدردی میں اضافہ کیا ہے۔ بین الاقوامی سیاست اگرچہ اوائل میں اس مسئلے میں مداخلت سے پرہیز کر رہی تھی مگر حالیہ صورتِ حال سے آگہی کی بنیاد پر متعدد حکومتوں نے فلسطین کو علیحدہ ریاست تسلیم کرتے ہوئے فلسطینی عوام کی حمایت اور صیہونی مظالم کی تردید کی ہے۔[11]

مسجدِ اقصیٰ اور مقدساتِ اسلامیہ کا تحفظ امتِ مسلمہ کے لئے ایک دکھتی رگ کی مانند ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ ایک سیاسی تنازعہ بھی ہے جس نے دنیا بھر میں فکر کا ماحول بنا رکھا ہے۔ فلسطینیوں کے حقِ خودارادیت اور آزادی کے لیے مسلمانوں میں ایک مؤثر سیاسی آواز کی کمی نظر آتی ہے اور امتِ مسلمہ ایک ایسی آواز کی شدت سے منتظر ہے۔ نہ صرف حقِ خودارادیت بلکہ فلسطینی عوام بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں، جن کی بحالی عالم اسلام کی ذمہ داری ہے۔ فلسطین کا مسئلہ صرف مشرقِ وسطیٰ نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے امن اور استحکام سے جڑا ہے۔ تعلیم، خوراک اور علاج جیسی بنیادی سہولتوں سے محرومی نے فلسطینی عوام کو بدترین بحران میں دھکیل دیا ہے۔ اس کی تفہیم اور تشہیر میں صحافت کا کردار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر میڈیا ایمانداری اور استقامت سے حقائق دنیا تک پہنچاتا رہا تو فلسطینی عوام کی جدوجہد مزید مؤثر اور عالمی سطح پر مضبوط ہوتی جائے گی۔[12]

مسئلہ فلسطین کی تفہیم و تشہیر میں صحافت کا کردار:

1947ء میں اقوامِ متحدہ کے قیام کے بعد متعدد ممالک آزاد ہوئے، مگر فلسطین کا مسئلہ آج بھی حل طلب ہے۔ سانحہ نکبہ[13]

کے بعد لاکھوں فلسطینی بے گھر ہوئے اور آج تک اپنی سرزمین پر واپسی کے منتظر ہیں۔ مسلم دنیا افسوس تو کرتی ہے مگر عملی اقدامات میں کمزور نظر آتی ہے۔ ایسے میں سب سے بڑا ہتھیار تشہیر اور آگہی ہے جس کی ذمہ داری ہمیشہ سے صحافت نے اٹھائی ہے۔ ابتدائی اخبار الکارمل سے لے کر آج کے جدید بلاگز اور سوشل میڈیا تک فلسطین کی حقیقت دنیا تک پہنچانے میں میڈیا کا کردار نمایاں ہے۔

صحافیوں کا کردار

تاریخ گواہ ہے کہ فلسطینی صحافی ہمیشہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر حقائق دنیا تک پہنچاتے رہے ہیں۔ ۷ اکتوبر 2023ء کے بعد سے کم و بیش 300 مقامی صحافی اپنی جانیں قربان کر کے رپورٹنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ چند نمایاں نام یہ ہیں:

- وائل الدحدوح: الجزیرہ کے سینیئر صحافی، جنہوں نے اپنے دو جوان بیٹوں، بیٹی اور اہلیہ کی شہادت کے باوجود رپورٹنگ جاری رکھی۔ انہیں 2024ء میں انٹرنیشنل پریس فریڈم ایوارڈ سے نوازا گیا۔
- مہدی حسن: برطانوی نژاد مسلمان تجزیہ نگار، میڈیا کمپنی زیٹیو کے بانی اور میڈیا ہوسٹ، جو اپنے دلائل اور مناظروں کے ذریعے اسرائیلی بیانیے کو بے نقاب کرتے ہیں۔
- معتز عزایزہ: الجزیرہ نیوز سے وابستہ 27 سالہ فلسطینی فوٹو جرنلسٹ، جن کی تصاویر نے عالمی میڈیا میں فلسطین کے حالات اجاگر کیے اور انہیں ٹائمز میگزین کے سو مؤثر افراد میں شامل کیا گیا۔
- بیسان عودہ: فلسطینی خاتون صحافی، جو سوشل میڈیا اور اقوامِ متحدہ کے پلیٹ فارمز کے ذریعے حالات اجاگر کر رہی ہیں، اور کئی بین الاقوامی ایوارڈز حاصل کر چکی ہیں۔
- ہند اسامہ الخضری: الجزیرہ انگلش سے وابستہ ایک صحافی اور بیسان عودہ کی ساتھی ہیں اور انہی کی طرح مختلف طریقوں سے فلسطینی عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے اسرائیلی جرائم بے نقاب کر رہی ہیں۔
- بلستیہ العقاد: نوجوان فلسطینی خاتون صحافی، ادیبہ اور شاعرہ، جنہیں جلاوطنی کے باوجود فلسطینی عوام کی نمائندگی کرنے پر بی بی سی کی 100 مؤثر خواتین میں شامل کیا گیا۔
- انس الشریف: الجزیرہ نیوز سے منسلک ایک فلسطینی رپورٹر، جو کہ 7 اکتوبر 2023ء سے لے کر تقریباً ہر واقعے کی براہِ راست رپورٹنگ کرتے رہے۔ ان کی آواز دبانے کے لئے صیہونیوں نے بہت کوششیں کیں جو کہ ناکام رہیں۔ حتیٰ کہ 10 اکست 2025ء کو انہیں اسرائیلی فوج کی جانب سے نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔
- صالح الجعفروی: شہید فلسطینی رپورٹر جو کہ نا صرف اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر رپورٹنگ کرتے رہے بلکہ فلسطین میں قیامِ امن کے لئے بھی سرگرم تھے۔ 9 اکتوبر 2025ء کو فلسطین میں جنگ بندی کے مکتوب معاہدے کے عین دو روز بعد انہیں

صیہونی دہشت گرد تنظیم کی جانب سے اغواء اور قتل کیا گیا۔

- نور الحرازین: جو نا صرف اپنی علیل والدہ بلکہ اپنے شریکِ حیات اور بچوں کو غزہ سے باحفاظت نکالنے کے بعد خود اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر رپورٹنگ کرتی رہیں اور آج بھی کررہی ہیں۔
- احمد ہشام: جو کہ صالح الجعفروی کے حلقۂ احباب میں شامل تھے اور ان کی طرح قیامِ امن کے ساتھ ساتھ امدادی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش تھے، کئی ماہ تک صیہونی افواج کی جانب سے دھمکی آمیز پیغامات وصول کرتے رہے اور ایک دن اپنے جڑواں بھائی اور تین دوستوں سمیت ایک ٹارگٹڈ میزائیل آلگنے کی وجہ سے شہید ہوئے۔
- ثائر عابد: ایک ایسے فلسطینی صحافی جن کے بارے میں شاید ہی زیادہ لوگ جانتے ہوں لیکن ان کی جدوجہد ناقابلِ فراموش ہے۔ اپنی جان سے زیادہ اپنے خاندان کی حفاظت کرنا اور اس کی ساتھ ساتھ اسرائیلی جرائم سے پردہ ہٹانا ان کی زندگی کا مقصد بن چکا ہے۔[14]

یہ فہرست ناکافی ہے ان صحافیوں کے علاوہ جہاد بدوان، ناھض حجاج، وسام ناصر، لؤی السعید جیسے درجنوں صحافی اپنی زندگیاں داؤ پر لگا کر رپورٹنگ اور امدادی سرگرمیوں میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ تمام صحافی ثابت کرتے ہیں کہ مسئلہ فلسطین کو زندہ رکھنے میں انفرادی قربانیاں کتنی اہمیت رکھتی ہیں۔

مسئلہ فلسطین کی تفہیم و تشہیر میں خبر رساں ایجنسیوں کا کردار

دورِ حاضر میں مسئلہ فلسطین کو اجاگر کرنے کے سب سے مؤثر ذرائع خبر رساں ایجنسیاں ہیں جو ٹیلی وژن، موبائل اور سیٹلائٹ کے ذریعے دنیا بھر میں خبریں پھیلاتی ہیں۔ صحافت کے نظریے Agenda Setting Theory کے مطابق میڈیا یہ اختیار رکھتا ہے کہ مخصوص مسئلے کو نمایاں کرے، اس کی جہات طے کرے اور بار بار دہرا کر رائے عامہ کو متاثر کرے۔ یہی طاقت مسئلہ فلسطین کے بیانیے کی تشکیل میں استعمال ہو رہی ہے۔ چند مشہور خبر رساں ایجنسیوں سے متعلق غیر جانبدارانہ تجزیہ درج ذیل ہے:

برٹش براڈکاسٹنگ سروس بی بی سی نیوز انٹرنیشنل (BBC News International):

برٹش براڈکاسٹنگ سروس، جسے عالمی سطح پر بی بی سی نیوز انٹرنیشنل کے نام سے شہرت حاصل ہے، ایک باوقار برطانوی خبر رساں ادارہ ہے جو بروقت اور معیاری صحافت کے باعث معتبر سمجھا جاتا ہے۔ تاہم 7 اکتوبر 2023ء کے بعد فلسطین اور اسرائیل کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی کی کوریج میں بی بی سی کا مؤقف بظاہر غیر جانبدار نظر آتا ہے تنقیدی تجزیے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کے بیانیے میں برطانوی مفادات اور مغربی زاویۂ نظر کی جھلک نظر آتی ہے۔ ایک جانب بی بی سی اسرائیلی حملوں کو "دفاعی کارروائی" اور حماس کو "دہشت گرد تنظیم" قرار دیتا ہے، تو دوسری جانب فلسطینی عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کو محض

انسانی بحران کے تناظر میں پیش کرتا ہے۔

اگرچہ بی بی سی اسرائیلی جارحیت کو مکمل طور پر نظر انداز نہیں کرتا، تاہم اس کی کھلی مذمت بھی واضح طور پر دیکھنے میں نہیں آتی۔ یہ ادارہ بظاہر دونوں فریقین کے بیانات شائع کرتا ہے لیکن ساتھ ہی فلسطینی ذرائع سے حاصل شدہ معلومات کو ناقابلِ اعتبار قرار دے دیتا ہے۔ اسی تناظر میں بی بی سی کے ٹاک شوز اگرچہ دونوں فریقین کو مدعو کرتے ہیں، مگر عمومی طور پر فلسطینی مؤقف کمزور دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ 17 اکتوبر 2023ء کے الشفاء ہسپتال حملے کو بھی بی بی سی نے "حماس کی کارروائیوں کا ردعمل" قرار دیا جس سے اس کی رپورٹنگ کے اندرونی تعصب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔[15]

کیبل نیوز نیٹ ورک سی این این(CNN):

سی این این ایک معروف امریکی خبر رساں ادارہ ہے جو دنیا بھر میں معتبر ذرائع سے معلومات فراہم کرنے کے باعث مقبول ہے۔ تاہم 7 اکتوبر 2023ء کے بعد اسرائیل-فلسطین تنازعے کی کوریج میں سی این این کا کردار بظاہر غیر جانبدار نظر آتا ہے لیکن عملی طور پر اس کا جھکاؤ اسرائیل کی جانب محسوس ہوتا ہے۔ سی این این بیک وقت دونوں فریقین کی آراء پیش کرتا ہے مگر اسرائیلی ذرائع کو "قابلِ اعتماد" اور فلسطینی ذرائع کو غیر مصدقہ یا دہشت گردانہ قرار دیتا ہے۔

سی این این کے رپورٹس میں اسرائیلی نقصان کو بڑھا چڑھا کر دکھایا جاتا ہے جبکہ فلسطینی شہادتوں کو محض اعداد و شمار تک محدود رکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، ٹاک شوز میں مدعو تجزیہ کار اکثر اسرائیلی فوج یا حکومتی اداروں سے منسلک ہوتے ہیں، جن کے مؤقف کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے۔ یوں سی این این کا غیر جانبداری کا دعویٰ محض ظاہری رہ جاتا ہے۔ بعض رپورٹس میں شہید فلسطینیوں کو Dead اور اسرائیلی ہلاک شدگان کو Victims لکھا جانا بھی ادارے کے جانبدارانہ رویے کی علامت ہے۔[16]

فوکس نیوز(FOX News):

فوکس نیوز، ایک نمایاں امریکی نیوز ایجنسی ہے جو بظاہر آزادیِ اظہار کی علمبردار ہے مگر اسرائیل-فلسطین تنازعے کے دوران اس کا کردار واضح طور پر اسرائیل نوازی پر مبنی نظر آتا ہے۔ بی بی سی اور سی این این کے برعکس، فوکس نیوز اپنا جھکاؤ چھپانے کے بجائے کھلے عام اسرائیلی بیانیہ اپناتا ہے۔ 10 اکتوبر 2023ء کو شائع ہونے والی خبر Israel at War اس کی واضح مثال ہے جس میں بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے حماس پر بچوں کے قتل اور خواتین کی بے حرمتی جیسے الزامات عائد کیے گئے۔ دوسری جانب اسرائیلی بمباری اور شہری ہلاکتوں کو Self-defense کے طور پر پیش کیا گیا۔ فوکس نیوز کی بیشتر رپورٹس میں اسرائیلی فوج کو Defense Force اور حماس کو Militant Group یا Rebels کے الفاظ سے تعبیر کیا جو اس کے غیر پیشہ ورانہ اور متعصبانہ رویے کی عکاسی کرتا ہے۔[17]

الجزیرہ(Al Jazeera):

الجزیرہ قطر سے تعلق رکھنے والا عربی خبر رساں ادارہ ہے جو مشرقِ وسطیٰ، شمالی افریقہ اور مسلم دنیا میں صحافت کا معتبر نام ہے۔ الجزیرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے نمائندے فلسطین میں براہِ راست رپورٹنگ کرتے ہیں اور اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر زمینی حقائق دنیا کے سامنے لاتے ہیں۔ ابتدا میں الجزیرہ نے نسبتاً غیر جانبدار مؤقف اپنایا لیکن جیسے جیسے جنگ نے شدت اختیار کی، اس کا جھکاؤ فلسطینی عوام کے حق میں نمایاں ہو گیا۔ الجزیرہ کی رپورٹنگ میں انسانی ہمدردی، زمینی حقائق اور بصری شواہد یعنی ویڈیوز و تصاویر شامل ہوتے ہیں جو اسرائیلی مظالم کو بے نقاب کرتے ہیں۔ اس کے ٹاک شوز میں دونوں اطراف کے نمائندے شریک ہوتے ہیں لیکن نتیجتاً اکثر فلسطینی مؤقف کو حقیقت پر مبنی دکھایا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی مشہور ڈاکیومنٹری النکبہ اور حالیہ رپورٹس نے فلسطینی جدوجہد کو عالمی سطح پر اجاگر کیا۔[18]

العربیہ(Al Arabiya):

العربیہ سعودی عرب سے تعلق رکھنے والا ایک نمایاں عربی نیوز نیٹ ورک ہے جو عرب دنیا میں سیاسی، سفارتی اور علاقائی امور پر خبریں نشر کرنے میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اسرائیل-فلسطین جنگ کے دوران العربیہ کا بنیادی زور سیاسی پیش رفت، عرب ممالک کے ردِ عمل، اور بین الاقوامی مذاکرات پر رہا۔ اگرچہ اس نے فلسطین کے حق میں کھلی مہم نہیں چلائی، تاہم امتِ مسلمہ میں سیاسی شعور بیدار کرنے اور عرب قیادت کے بیانات کو اجاگر کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ براہِ راست جنگی رپورٹنگ کے بجائے، العربیہ نے سیاسی و سفارتی پہلوؤں کو زیادہ ترجیح دی جس سے اس کی صحافت ایک محتاط اور اعتدال پسند رخ اختیار کرتی نظر آتی ہے۔[19]

ٹی آر ٹی ورلڈ(TRT World):

ٹی آر ٹی ورلڈ، ترکی کا بین الاقوامی خبر رساں ادارہ ہے جو مشرقِ وسطیٰ، یورپ اور عرب دنیا میں وسیع پیمانے پر ناظرین رکھتا ہے۔ 7 اکتوبر 2023ء کے بعد سے ٹی آر ٹی ورلڈ نے فلسطینی عوام کے حق میں بھرپور آواز اٹھائی اور میدانِ جنگ سے براہِ راست رپورٹنگ کے ذریعے زمینی حقائق کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس ادارے کی رپورٹنگ میں انسانیت، انصاف اور حق گوئی کے عناصر نمایاں ہیں۔ ٹی آر ٹی کی جانب سے نشر کی جانے والی دستاویزی فلمیں (Documentaries) فلسطینیوں کی جدوجہد اور اسرائیلی جارحیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ اس طرح یہ ادارہ نہ صرف خبروں کا ذریعہ ہے بلکہ فلسطین کے حق میں ایک مضبوط بیانیہ بھی تشکیل دیتا ہے۔[20]

مجموعی طور پر اگر جائزہ لیا جائے تو مغربی میڈیا ادارے جیسے بی بی سی، سی این این، اور فوکس نیوز اسرائیلی مؤقف کے زیادہ قریب دکھائی دیتے ہیں جبکہ الجزیرہ اور ٹی آر ٹی ورلڈ جیسے ادارے فلسطینی عوام کی نمائندگی اور ان کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں۔ العربیہ نسبتاً معتدل پالیسی اپنائے ہوئے ہے جو سیاسی و سفارتی پہلوؤں پر توجہ دیتی ہے۔ یوں عالمی میڈیا مسئلہ فلسطین میں رائے عامہ کو

متاثر کرنے والا سب سے طاقتور ذریعہ بن چکا ہے۔ جہاں خبر محض اطلاع نہیں بلکہ ایک سیاسی ہتھیار کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

مسئلہ فلسطین کی تفہیم و تشہیر میں صحافیوں اور سوشل میڈیا صارفین کا کردار:

فلسطین کا مسئلہ صرف سیاست اور جنگ تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ایسا انسانی المیہ ہے جس کی دنیا بھر میں تفہیم اور تشہیر میں سب سے بڑا سہارا صحافیوں اور سوشل میڈیا صارفین کا کردار ہے۔ جہاں صحافی اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر میدانِ جنگ سے براہِ راست حقائق دنیا تک پہنچاتے ہیں، وہیں سوشل میڈیا صارفین ان آوازوں کو عالمی سطح پر عام کرتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا ایک ایسی ناگزیر ٹیکنالوجی ہے جس کی بدولت ساری دنیا ایک عالمی گاؤں کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ 1997ء میں پروان چڑھنے والی اس ٹیکنالوجی (technology) کے ایک نہ ایک پلیٹ فارم کا استعمال تقریباً ہر گھر میں کسی نہ کسی طریقے سے کیا جارہا ہے۔ گلوبل سوشل میڈیا سٹیٹس (Global Social Media Stats) کے مطابق موجودہ دور میں اٹھارہ سال سے زائد عمر رکھنے والے افراد کی کم و بیش 87 فی صد اکثریت سوشل میڈیا سے منسلک ہے۔ سوشل میڈیا سے منسلک ان افراد کے کم از کم دو گھنٹے یا اس سے زائد وقت روزانہ سوشل میڈیا پر صرف ہوتے ہیں جو کہ کل 12 ارب گھنٹے روزانہ بنتے ہیں۔[21]

سوشل میڈیا پر صرف کئے جانے والے انسانیت کے یہ 12 ارب گھنٹے فلسطینی عوام کے حق میں کس طرح کارگر ثابت ہوئے ہیں یہ مدعا قابلِ غور ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مسئلہ فلسطین میں مکمل طور پر سرگرم پیشہ صحافت کا ہے؛ سوشل میڈیا دراصل ایک ایسا مرکز ہے کہ جہاں ہر فرد اپنے تئیں ایک صحافی ہے اور آزادیٔ اظہارِ رائے کا حامل ہے۔ فرق یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر تحریر کے ساتھ ساتھ تصاویر اور ویڈیوز کو بھی گراں قدر اہمیت حاصل ہے۔ وقت کی بڑھتی رفتار اور ٹیکنالوجی (technology) کی ترقی نے دنیا بھر کے ساتھ ساتھ فلسطینی عوام کو بھی متاثر کیا اور فلسطین کے سینکڑوں ہنر مند سوشل میڈیا صارفین بھی اس سے مستفید ہوئے۔

آج کے دور میں سب سے زیادہ مقبول اور استعمال کئے جانے والے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کی صارفین کی تعداد کے اعتبار سے فہرست کچھ یوں ہے: فیس بک، یوٹیوب، انسٹاگرام، ٹویٹر یا ایکس اور ٹک ٹاک۔ ان میں سے جو ٹیکنالوجی جس قدر بہتر اور سستے طریقے سے باہر کی دنیا اور گھر بیٹھے افراد کو ملا سکتی ہے اسی قدر اس کے استعمال کی شرح ہے۔[22]

7 اکتوبر 2023ء سے شروع ہونے والی جنگ میں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز نے صحافت کے شانہ بشانہ ایک منفرد کردار ادا کیا ہے۔ دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق فلسطینی صحافیوں میں ایک نیا پیشہ یعنی فری لانس جرنلازم رائج ہوا جس کے تحت نہ صرف صحافیوں بلکہ عوام نے بھی اپنی روزمرہ زندگی اور اسرائیلی جرائم کی سوشل میڈیا پر تشہیر کرنا شروع کی۔ اس سب میں غیر ملکی سوشل میڈیا صارفین، فلسطینی نژاد اور غیر ملکی صحافیوں نے بھی اس مسئلے کی تشہیر میں مدد کی اور کر رہے ہیں۔ جہاں سوشل میڈیا پر مقامی فلسطینی

صحافی اور دیگر ہنر مند افراد اس وقت فلسطینیوں کی آواز بنے ہوئے ہیں وہیں ان افراد کے پرستاروں کی ایک بڑی تعداد ان کا ساتھ دینے کیلئے سرگرم نظر آتی ہے جس سے ان کی آواز کو مزید تقویت ملتی ہے۔ سوشل میڈیا استعمال کرنے والے افراد کی ایک بڑی تعداد فقط اپنے شب و روز دنیا کو دکھانے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کے پرستاروں کی تعداد بھی کسی مشہور شخصیت کی طرح لاکھوں میں ہوتی ہے۔ اصطلاح میں اس طبقے کو ولاگر یا وی لاگر (Vlogger/ V logger) کہتے ہیں۔ فلسطینی ولاگر جہاں اپنے علاقے اور ثقافت کے مثبت پہلو اجاگر کرتے نظر آتے ہیں وہیں صیہونی مظالم سے تنگ آکر یہ افراد کیمرے میں قید جارحانہ رویئے بھی نشر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ سوشل میڈیا صارفین جن چند مخصوص طریقوں سے اپنا بہترین کردار ادا کر رہے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- سوشل میڈیا پلیٹ فارمز (Social media platforms) جیسے فیس بک (Facebook)، ٹوئٹر یا ایکس (Twitter/X)، انسٹاگرام (Instagram) اور یوٹیوب (YouTube) وغیرہ فلسطین کے حوالے سے مختلف خبریں، تصاویر، ویڈیوز (videos) اور رپورٹس (reports) کی فراہمی کا ذریعہ بنتے ہیں جس کی وجہ سے صارفین تمام دنیا میں فلسطینی عوام کی مشکلات اور صیہونی افواج کی جانب سے عوام کے سلب شدہ حقوق کے بارے میں آگاہ رہتے ہیں۔ چونکہ ان پلیٹ فارمز تک رسائی آسان ہے اس لئے مرکزی میڈیا سے بھی پہلے ان پلیٹ فارمز پر معلومات کی ترسیل کی جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان پلیٹ فارمز کا باقاعدہ استعمال معلومات رسانی کے لئے بھی وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔
- سوشل میڈیا کی مدد سے مسئلہ فلسطین سے متعلق عالمی سطح پر تمام افراد کو شعور عطا کیا گیا ہے۔ فلسطین کی عوام کی زندہ رہنے کے لئے کی جانے والی جدوجہد، صیہونی افواج کے مظالم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا سوشل میڈیا پر پھیل جانا جس سے عالمی برادری میں اس مسئلے کے حوالے سے مزید حساسیت پیدا ہو جاتی ہے سوشل میڈیا کے کردار کی شہ سرخی ہیں۔
- سوشل میڈیا پر چلائی جانے والی ہیش ٹیگ کمپینز (hash tag campains) ایک کلیدی کردار ادا کرتی ہیں کیونکہ ان کی مدد سے کسی بھی عالمی مسئلے کی جانب توجہ مبذول کروانا نہایت آسان ہے۔ اس قسم کی مہمات کئی مرتبہ معاشرتی تبدیلی کا باعث بن چکی ہیں خصوصاً حقوقِ نسواں، اقلیتوں کے حقوق اور بچوں کے حقوق کی معاشرے میں اہمیت بڑھانے اور ان کی طرف خاص توجہ مبذول کروانے میں ہیش ٹیگز (hash tags) نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ یہ مہمات لوگوں کو متحد کرکے اور ایک مشترکہ آواز اٹھانے، تمام عالمِ انسانیت کو فلسطینی عوام کے حق میں متحد ہونے اور آزادیٔ فلسطین سے متعلق آگاہی کی دعوت دیتی ہیں۔
- سوشل میڈیا پر ویڈیوز (Videos) اور تصاویر کی تیز ترین منتقلی نے فلسطینیوں کے حالات کی دنیا بھر کے سامنے حقیقت عیاں کر دی ہے۔ جب صیہونی افواج کی بربریت اور فلسطینی عوام پر کئے جانے والے مظالم کی تصاویر یا ویڈیوز سوشل میڈیا پر شئیر (share) یا منتقل ہوتی ہیں تو سوشل میڈیا صارفین کی ازحد کوشش ہوتی ہے کہ فلسطین کے حالات بین الاقوامی توجہ کا مرکز بنیں

تاکہ اعلیٰ حکام پر دباؤ ڈالا جاسکے اور جلد یا بدیر فلسطینی عوام پر ہونے والے مظالم کے خلاف اقدامات کئے جائیں۔

- جیسے جیسے مسئلہ فلسطین کی اہمیت دنیا بھر میں اجاگر ہوتی جارہی ہے ویسے ہی کئی مشہور شخصیات اور سوشل میڈیا انفلوئنسر(social media influencers)اب فلسطین کے حق میں منظرِ عام پر آنے لگے ہیں۔ جس سے اس مسئلے کو مزید پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ مشہور شخصیات کے پیچھے پیچھے ان کے پرستاروں کی حمایت بھی سامنے آتی ہے جو کہ مسئلہ فلسطین کی تشہیر میں مزید اضافے کا سبب ہے اور لوگوں کو متحرک کرتی ہے کہ وہ اس مسئلے پر غور وخوض کریں۔
- جدید آلات کی کمی اور نیٹ ورک میں خلل کے باعث اکثر صحافی مرکزی میڈیا کے ذریعے وہ سب کچھ نشر نہیں کرپاتے جو ان کے تجربات میں شامل ہوتا ہے۔ صحافیوں کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا صارفین بھی فلسطین سے متعلق حکومت یا ابلاغی ذرائع کی جانب سے نشر نہ کی جانے کی جانے والی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ جہاں مرکزی میڈیا فلسطینیوں کی جہدِ مسلسل اور حقِ خود ارادیت کو مکمل کوریج(coverage) نہیں دے پاتا وہاں سوشل میڈیا اس خلا کو پُر کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے اور میں ایک حد تک کامیاب بھی نظر آتا ہے۔
- سوشل میڈیا عالمی حکومتی، اداروں اور قوم وملت کے افراد پر دباؤ بڑھانے کا بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اس ٹیکنالوجی کے ذریعے کروڑوں لوگ مسئلہ فلسطین پر بات کررہے ہیں تاکہ اعلیٰ حکام فلسطینیوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے اقدامات کریں۔ سوشل میڈیا پر ہونے والی تنقید اور احتجاجات پالیسی سازی میں تبدیلی اور امدادی سرگرمیوں میں تیزی کا باعث ہیں۔

فلسطین کی تشہیر اور تفہیم میں صحافیوں اور سوشل میڈیا صارفین کا کردار دو پہیوں کی مانند ہے۔ ایک طرف صحافی اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر حقائق سامنے لاتے ہیں اور دوسری طرف سوشل میڈیا صارفین ان کی آواز کو تقویت فراہم کرتے ہوئے حقائق کو پوری دنیا میں پہنچاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فلسطینی عوام کی آواز آج عالمی برادری کے کانوں تک زیادہ شدت اور قوت کے ساتھ پہنچ رہی ہے۔

سوشل میڈیا مہمات کے اثرات:

دورِ حاضر میں سوشل میڈیا کی ٹیکنالوجی کی بدولت فلسطین کا مسئلہ اب صرف ایک خطے تک محدود نہیں رہا بلکہ دنیا بھر کے عوام سے وابستہ ہے۔ حتیٰ کہ کئی افراد فقط فلسطین کے حق میں آواز اٹھانے کیلئے سوشل میڈیا کا استعمال کررہے ہیں۔ مشرق سے لے کر مغرب تک، عام دکاندار سے مشہور شخصیات تک اور اعلیٰ افسران سے طالب علم تک سب اپنی استطاعت کے مطابق فلسطین کے حق میں آواز بلند کررہے ہیں۔ فلسطین کے حق میں سوشل میڈیا کی بدولت اٹھائے گئے چند اہم اقدامات درج ذیل ہیں:

- عوام نے ان مشہور شخصیات کو رد کردیا جو فلسطین پر خاموش رہیں، اور ان افراد کو زیادہ سراہا جنہوں نے کھل کر حق میں آواز

اٹھائی۔یوں عوام نے اپنے آئیڈیل اور ترجیحات بدلنا شروع کر دیں۔

- سوشل میڈیا مہمات کے نتیجے میں ان تمام کھانے پینے کی اشیاء، برانڈز اور ہوٹلوں تک کا بائیکاٹ کیا گیا جن کی آمدنی کا کوئی حصہ اسرائیل کو جاتا ہے یا جنگ میں صیہونیوں کی مدد کرتا ہے۔اس وجہ سے ان کی سالانہ کمائی میں نمایاں کمی آئی۔
- سوشل میڈیا پر دنیا بھر کے افراد نے فلسطینی صحافیوں اور کارکنوں کی حوصلہ افزائی کی۔ بیسان عودہ، بلستیہ العقاد اور صالح الجعفروی جیسے صحافی اسی پلیٹ فارم کے ذریعے عالمی سطح پر پہچانے گئے۔
- مغربی خبر رساں ایجنسیاں جنہیں دنیا بھر میں اسٹینڈرڈ کی حیثیت حاصل ہے اکثر جانبدارانہ رائے قائم کرتے ہوئے صیہونی افواج کو مہذب ترین فوج کی طرح دکھاتی ہیں۔ اس کے برعکس سوشل میڈیا پر شیئر کی گئی تصاویر اور ویڈیوز نے دنیا کو اصل حالات دکھائے اور ان کی نام نہاد تہذیب کو بھی عوام کی نظروں میں لانے کی کامیاب کوشش کی۔
- سوشل میڈیا پر چلنے والی مہمات کے نتیجے میں دنیا بھر سے این جی اوز نے براہِ راست فلسطینی عوام تک امداد پہنچانے کا آغاز کیا۔ فلسطینی بارڈر پر صیہونیوں کی جانب سے امدادی سامان کی ترسیل پر پابندی کی وجہ سے بھی سوشل میڈیا صارفین نے بھرپور احتجاج کیا جس کے کچھ حد تک مثبت اثرات بھی نظر آئے۔

فلسطین میں موجود صحافیوں کو صیہونی افواج کی جانب سے درپیش مسائل:

اسرائیل کی فوج کو مغرب کی طرف سے "مہذب ترین فوج" کا لقب دیا جاتا ہے، مگر فلسطین میں ان کا نمایاں رویہ اس کے سراسر برعکس ہے۔ یہ اپنی کارروائیوں کو حماس کے خلاف قرار دیتے ہوئے نہتے فلسطینی عوام خصوصاً عورتوں، بچوں، امدادی کارکنان اور صحافیوں کو براہِ راست نشانہ بناتے ہیں۔ فلسطین میں صحافت اور امدادی کام دو ایسے شعبے ہیں جو مسلسل خطرے میں ہیں۔ اب تک 200 سے زائد صحافی شہید ہو چکے ہیں، جن میں سے بیشتر ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہوئے۔ زندہ بچ جانے والے صحافی بھی کئی شدید مسائل سے دوچار ہیں۔ ان کے چند مسائل درج ذیل ہیں:

- فلسطین میں صحافیوں کو ہمہ وقت جان کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ صحافیوں کے لیے بلٹ پروف جیکٹ اور ہیلمٹ لازمی ہیں مگر جان کی حفاظت میں یہ بھی بے سود ثابت ہو رہے ہیں۔ اس سے متعلق فلسطینی صحافی سلمان البشیر نے ساتھی محمد ابو حطاب کی شہادت کے بعد بہت جذباتی جملہ کہا کہ: "یہ جیکٹ اور ہیلمٹ ہماری حفاظت نہیں کر سکتے، کچھ بھی صحافیوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔"[23]
- بعض اوقات انسان کے لئے اس کی اپنی جان سے زیادہ اس کے خاندان کی بقاء لازم ہو جاتی ہے۔ فلسطینی صحافی بھی اسی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ صحافیوں کے اہلِ خانہ کو اسرائیل ڈیفینس فورس کی جانب سے آئے روز دھمکی آمیز پیغامات موصول ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر الجزیرہ کی رپورٹر یمنا السید کے شوہر کو اسرائیلی فوج کی جانب سے دھمکی آمیز کالز موصول ہوئیں اور اس

کے بعد انہیں ایک ٹارگٹڈ میزائل کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔ ان کے ساتھ تقریباً ہر صحافی اسی طریقے سے اپنے کسی نہ کسی عزیز کو کھو چکا ہے۔[24]

- صحافت ایک عظیم ذمہ داری ہے اور فلسطین میں رہتے ہوئے صیہونی جارحیت بے نقاب کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق صحافت پیشہ افراد کو کئی مہنگے اور جدید آلات کی ضرورت پیش آتی ہے جن سے بہتر طرز پر رپورٹنگ کی جاسکتی ہے۔ اکثر صحافیوں کے یہ جدید آلات صیہونی بربریت کا نشانہ بن کر ضائع ہو جاتے ہیں جس سے نہ صرف صحافیوں کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے بلکہ صیہونی جرائم کی پردہ پوشی بھی آسان ہو جاتی ہے۔[25]
- فلسطین کا بیشتر علاقہ ملبے کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں۔ صیہونی افواج کی مسلسل فائرنگ اور تباہ شدہ راستے صحافیوں کے سفر کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ رپورٹنگ کے لیے ایک علاقے سے دوسرے علاقے جانا اکثر زندگی اور موت کا کھیل بن جاتا ہے۔ شہید ہونے والے صحافیوں کی اکثریت اسی راستے پر شہید ہوئی ہے۔[26]
- فلسطینی صحافیوں کی آواز دبانے کے لئے صیہونی حکام کی جانب سے اکثر انٹرنیٹ اور کمیونی کیشن سروس بند کر دی جاتی ہے جس سے خاص طور پر فری لانس صحافیوں کا کام ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا صارفین کے کام میں بھی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔[27]
- فلسطین میں روزانہ کی رپورٹنگ میں مضبوط نظر آنے والے صحافی اندرونی طور پر شدید نفسیاتی دباؤ اور غم کا شکار ہیں۔ اس کی نمایاں ترین وجہ اسرائیلی بربریت کو براہِ راست اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ فلسطینی صحافی جہاد بدوان کا کہنا ہے کہ ساتھیوں کی شہادت ان سب کے لئے مجموعی طور پر ایسا صدمہ ہے جس سے وہ برسوں نہیں نکل پاتے۔[28]

فلسطینی صحافی نہ صرف اپنی جان خطرے میں ڈال کر حقائق دنیا تک پہنچاتے ہیں بلکہ اپنے خاندان، روزگار اور ذہنی سکون کی قربانی بھی دیتے ہیں۔ ان کی جدوجہد اس بات کا ثبوت ہے کہ صحافت محض پیشہ نہیں بلکہ حق و سچ کی خاطر کی جانے والی عظیم قربانی ہے اور ظالم کا ظلم دکھانے میں مؤثر ترین کردار کی حامل ہے۔

سوشل میڈیا صارفین کو درپیش مسائل:

سوشل میڈیا نے مسئلہ فلسطین کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تاہم اس کے ذریعے آواز بلند کرنے والے صارفین کو کئی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ یہ مسائل بظاہر ڈیجیٹل دنیا تک محدود ہیں لیکن حقیقت میں ان کے اثرات کافی گہرے ہیں۔

- اکتوبر 2023ء کے بعد فلسطین کے حق میں آواز اٹھانے والے اکاؤنٹس کے فالوورز میں نمایاں کمی دیکھنے میں آئی، جس سے

صارفین کی مقبولیت متاثر ہوئی۔

- فلسطین سے متعلق مواد اپلوڈ کرنے میں اکثر تاخیر یا تکنیکی مسائل سامنے آتے ہیں جب کہ غیر اہم مواد با آسانی شائع ہو جاتا ہے۔
- میٹا(Meta)اور دیگر پلیٹ فارمز پر فلسطین کے حق میں شائع کیا جانے والا مواد اکثر پالیسی کی خلاف ورزی یا "سینسیٹو کانٹینٹ" (sensitive content) قرار دے کر حذف کر دیا جاتا ہے۔
- اکتوبر 2023ء کے بعد سوشل میڈیا کے الگورتھمز کی تبدیلی سے فلسطینی مواد کی رسائی کم ہوئی اور کئی آوازیں دبائی گئیں۔
- فلسطین کی حمایت کرنے والے افراد کے اکاؤنٹس اکثر مکمل طور پر بند یا شیڈو بین کر دیے جاتے ہیں، جس سے ان کی پوسٹس حد درجہ محدود ہو جاتی ہیں اور نہ تو توجہ حاصل کر پاتی ہیں نہ ہی عالمی سطح پر پہنچ پاتی ہیں۔
- فلسطین کے حامی صارفین کو کمنٹس اور پیغامات کے ذریعے نفرت انگیز رویوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ اکثر یہ نفرت پیغامات سے آگے بڑھ کر اکاؤنٹ کے خلاف شکایت درج کرنے تک بھی چلی جاتی ہے جس کے باعث اکاؤنٹس مکمل طور پر بند کر دئے جاتے ہیں۔

اگرچہ سوشل میڈیا پر فلسطین کے حق میں آواز بلند کرنے والوں کو سنسر شپ، پالیسی مسائل اور نفرت انگیزی جیسے چیلنجز کا سامنا ہے مگر ان رکاوٹوں کے باوجود صحافی اور سوشل میڈیا صارفین اپنا کام کرتے چلے آرہے ہیں۔ ان کی کوششوں نے عالمی رائے عامہ کو متاثر کیا اور فلسطینی عوام کی آواز دبنے نہ دی۔[29]

خلاصہ:

مسئلہ فلسطین گزشتہ سات دہائیوں سے مذہب، عالمی سیاست، اور انسانی حقوق کا ایک نہ ختم ہونے والا تنازعہ ہے۔ یہ مسئلہ صرف مشرقِ وسطیٰ تک محدود نہیں بلکہ امتِ مسلمہ اور عالمی برادری کے لیے ایک مشترکہ انسانی المیہ بن چکا ہے اور اس سے توجہ ہٹانے کی بھرپور کوشش بھی جاری ہے۔ اس مسئلے کی تفہیم اور تشہیر میں صحافت اور سوشل میڈیا کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس مسئلے کو دنیا تک پہنچانے کے لیے سب سے اہم ذریعہ صحافت رہی ہے جو ابتدائی اخبارات سے لے کر آج کے جدید الیکٹرانک اور سوشل میڈیا تک فلسطینی عوام کی آواز بنی ہوئی ہے۔ فلسطینی صحافی اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر میدانِ جنگ سے براہِ راست حقائق دنیا کے سامنے رکھتے ہیں۔ وائل الدحدوح، وسام ناصر اور بیسان عودہ جیسے صحافیوں نے اپنی قربانیوں اور خدمات کے ذریعے عالمی رائے عامہ کو فلسطین کے حق میں متاثر کیا ہے۔

مسلم دنیا میں مسئلہ فلسطین مذہبی، سیاسی اور انسانی حقوق کے پہلوؤں سے انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ مسجد اقصیٰ کی حفاظت، فلسطینی عوام کے حقِ خود ارادیت اور بنیادی انسانی حقوق کی بحالی امت مسلمہ کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ غیر مسلم دنیا میں بھی

فلسطین کے حوالے سے شعور اجاگر کرنے میں عالمی میڈیا، انسانی حقوق کی تنظیموں، تعلیمی اداروں اور سوشل میڈیا نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگرچہ کچھ حکومتیں اسرائیل کی حمایت کرتی ہیں لیکن کئی عالمی ادارے اور عوام فلسطینیوں کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں۔

خبر رساں ایجنسیوں نے بھی مسئلہ فلسطین کے بیانیے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مغربی ادارے جیسے بی بی سی، سی این این اور فوکس نیوز اکثر اسرائیل کے مؤقف کو زیادہ اجاگر کرتے ہیں جبکہ الجزیرہ اور ٹی آر ٹی ورلڈ جیسے ادارے فلسطینی عوام کے حق میں مؤثر آواز بلند کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا نے اس جدوجہد کو ایک نیا رخ دیا ہے۔ ہیش ٹیگز، بائیکاٹ مہمات اور دیگر آن لائن کمپینز کے ذریعے فلسطین کے لیے عالمی حمایت میں اضافہ ہوا ہے۔ عوام نے ان مشہور شخصیات کو مسترد کر دیا جو فلسطین پر خاموش رہیں اور ان لوگوں کو زیادہ سراہا جنہوں نے کھل کر حق میں آواز بلند کی۔

اس سب کے باوجود صحافیوں اور سوشل میڈیا صارفین کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ صحافیوں کو جان کے خطرے، آمدورفت کی رکاوٹوں، خاندان کو دھمکیوں اور آلات کے نقصان جیسے مسائل درپیش ہیں، جبکہ سوشل میڈیا صارفین فالوورز کی کمی، اکاؤنٹ بین، الگورتھم پابندیوں اور نفرت انگیز رویوں کا سامنا کرتے ہیں۔ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود صحافیوں اور صارفین کی کوششوں نے فلسطین کے حق میں رائے عامہ کو متاثر کیا اور فلسطینی عوام کی آواز کو عالمی سطح پر زندہ رکھا ہے۔ نتیجتاً مسئلہ فلسطین محض ایک خطے کا تنازعہ نہیں رہا بلکہ عالمی انسانیت کا مسئلہ بن چکا ہے اور اس کی جدوجہد میں صحافت اور سوشل میڈیا سب سے مؤثر ہتھیار کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

حوالہ جات

[1] Pratiyush kumar and Kuljit Singh:"Media, The Fourth Pillar of Democracy: A Critical Analysis", India, International Journal of Research and Analytical Reviews, Vol 6, Issue 1, 2019, pg. 370.

[2] Farzana Shaheen, & Dr. Syed Bacha Agha. (2017). ذرائع ابلاغ کے معاشرے پر منفی اثرات: Negative effects of media on Society. *Rahat-Ul-Quloob*, *1*(2), 69-81. https://doi.org/10.51411/rahat.1.2.2017.15

[3] الانعام152:6

[4] AFP and TOI Staff," UNESCO Awards Press Freedom Prize to all the Palestinian Journalists", The Times of Israel, May 3, 2024.

[5] برطانیہ کی جانب سے کیا گیا ایک ایسا اعلامیہ جس میں فلسطین کی تقسیم کا پہلا منصوبہ پیش کیا گیا اور اسی سے آگے اسرائیل کا قیام یقینی بنایا گیا۔

[6] Emanuel Beska, "Anti-Zionist Work of Njib Al-Khuri Nassar in the News Paper Al-Karmal in 1914",Asian and African Studies,2011, Vol 20, pg. 167

[7] Slieman Bisharat and others:"Palestinian Media Sector Assessment of Needs Challenges and Pluralism", Lebnon, December 2021, The Samir Kassir Foundation pg. 30-32.
[8] The Palestine Post Staff: "The Evolution of Palestinian Media: From Traditional Outlets to Digital Resistance", The Palestine Post, October 6, 2024

[9] یعنی ارض فلسطین کی مکمل اراضی

[10] Sheera Frankle and Steven Lee Myeres: "American's views of Israel-Gaza War Shift Alongside Changing Social Media Posts", October 2, 2025

[11] نعمان نعیم، مولانا:"مظلوم فلسطینی مسلمان اور ہماری ذمہ داریاں"، مشمولہ جنگ ای میگزین، 3 نومبر 2023ء

[12] نورین فاروق ابراہیم:"مسئلہ فلسطین اور امتِ مسلمہ"، مشمولہ نوائے وقت، روزنامہ، 20 مئی2020ء

[13] 14 مئی1948ء کو صیہونیوں کی جانب سے کی گئی ہنگامہ آرائی جس کے نتیجے میں تقریباً آدھی آبادی جانی ومالی نقصان ہوئی۔ آج بھی اس دن کو یومِ سیاہ منایا جاتا ہے۔

[14] انٹرویو، ثائر عابد، غزہ-پاکستان، بذریعہ ٹیلی فون، رات9 بجے، 22دسمبر2024ء

[15] Jermy Bowen, "Isreal-Gaza War" BBC e-news, October 7, 2023-2024(BBC news room 10:00pm-10:30pm)
[16] Croline Faraj,"Isreal and Isreal-Hamas war",CNN e-news, October 7, 2023-2024
[17] Trey Yingst, "Middle East" Fox News, October 7, 2023-2024
[18] Al Jazeera, "What Happened in Isreal: A Breakdown of How Hamas Attack Unfolded" Aljazeera, "Israel-Palestine conflict" e-news, October 7, 2023-2024
[19] Al Arabia English, "Middle East news", e-news, October 7, 2023-2024
[20] TRT World, "Middle East", e-news, October 7, 2023-2024
[21] Global Social Media Statistics, dataportal.com, January 8, 2025, 4:00PM.
[22] Global Social Media Statistics, dataportal.com, January 8, 2025, 5:00PM.
[23] Matthew Leaked, "These journalists from Gaza risk their lives to cover the Israel-hamas war: Nothing can describe what you feel", Reuters Institute for the study of journalism, University of Oxford, United Kingdom, December 14, 2024
[24] ibid

[25] انٹرویو، ثائر عابد، غزہ-پاکستان، بذریعہ ٹیلی فون، رات9 بجے، 22دسمبر2024ء

[26] ایضا

[27] انٹرویو، جابر جہاد بدوان، غزہ-پاکستان، بذریعہ ای میل، 14 جنوری 2025ء، دوپہر2 بجے

[28] ایضا

[29] An Al Jazeera social media experiment test "weather some platforms discriminate against Pro-Palestinian", Arabic Content, November 25, 2024